بہت ہی اہم نصیحت

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالےٰ علیہا و رضوانہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم علیہ السلام گھر تشریف لائے۔ آپ کے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے آپؐ نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور وضو فرما کر مسجد تشریف لے گئے میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپؐ خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:۔

"لوگو! اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آ جائے کہ تم دعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور وہ پورا نہ کیا جائے، تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔"

یہ فرما کر آپؐ منبر سے نیچے تشریف لائے۔

(ابن ماجہ)

۲۰ / نومبر ۱۹۸۱ء

ہدیہ: ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ——— حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ اِذَا کَانُوْا ثَلٰثَۃً فَلْیَؤُمَّہُمْ اَحَدُہُمْ وَ اَحَقُّہُمْ بِالْاِمَامَۃِ اَقْرَاُہُمْ - (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تین آدمی ہوں، ایک ان میں سے امام بن جائے اور سب سے زیادہ مستحق امامت کا سب سے زیادہ قرآن دان ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اکٹھے نماز پڑھنے والوں میں سے جو سب سے زیادہ عالم ہو وہی امام ہو۔ یہ یاد رہے کہ قاری سے مراد قرآن حکیم کو محض خوش الحانی سے پڑھنے والا نہیں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلُّوْنَ لَکُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَکُمْ وَ اِنْ اَخْطَاُوْا فَلَکُمْ وَعَلَیْہِمْ - (رواہ البخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (امام) تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر ٹھیک پڑھائی تو تم سب کو اجر ملے گا اور اگر غلطی کی تو تمہارا اجر ہو گیا اور گناہ انہیں ہوا۔

تشریح: یعنی امام نے نماز پڑھائی۔ اگر صحیح پڑھائی تو امام اور مقتدی دونوں کو ثواب ملے گا۔ اور اگر امام نے غلطی کی تو مقتدیوں کا اجر تو ضائع نہیں ہوگا کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں ہے اور امام کو اپنی غلطی کا گناہ ہوگا۔ (مرقاۃ)

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا - (رواہ مسلم)

عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ساری دنیا کو خرچ کر دینے سے بھی دو رکعتوں کا زیادہ اجر ہے۔ (لمعات)

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُہَا وَ اِنْ قَلَّ (متفق علیہ)

ترجمہ: عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پیارا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا سا ہو۔

تشریح: ۔جس طرح پودے کو تھوڑا تھوڑا پانی ملتا رہے تو ہمیشہ ہی سرسبز و شاداب رہے گا اور اگر ایک دن تو اسے ڈبو دیا جائے اور پھر دو ماہ تک خبر نہ لی جائے تو سوکھ جائے گا۔ اسی طرح بہتر یہ ہے کہ ایمان کو قوت دینے والے نیک اعمال اگرچہ تھوڑے ہوں مگر ہمیشہ کئے جائیں۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَہٗ وَ اِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ (متفق علیہ)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تک طبیعت خوش رہے آدمی نماز پڑھے اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۷ ٭ شمارہ ۲۰
۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ٭ ۲۰ نومبر ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

——— مجلس ادارت ———
رئیس الادارہ : حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم : مولوی محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی
مدیر معاون : عبدالرشید انصاری، کراچی
مدیر معاون : محمد ظہیر میر
دفاتر : اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور، ۶۷۵۴۵
کراچی : پہلی چورنگی ناظم آباد

بدل اشتراک سالانہ ۶۰ روپے ششماہی ۳۰ روپے
سہ ماہی ۱۵ روپے، فی پرچہ ڈیڑھ روپے

پاکستان کی پیشکش

معروف بھارتی اخبار انڈین ایکسپریس کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے جو انٹرویو دیا ہے اس کی کچھ تفصیلات پاکستانی اخبارات میں شائع ہوئی ہیں نوائے وقت لاہور کی اشاعت مجریہ ۱۰ نومبر کے بقول صدر نے کہا کہ

"پاکستان نے بھارت کو عدم جارحیت کے جس معاہدہ کی پیشکش کی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ دونوں ممالک میں سے کسی ایک پر کسی تیسرے ملک کا حملہ دوسرے ملک پر بھی حملہ قرار دیا جائے اور بھارت اور پاکستان مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں ——— انہوں نے کہا۔ بھارت کے خلاف ہمارے ارادے جارحانہ نہیں اور ۱۹۷۱ء کی جنگ سے پاکستان بہت کچھ سیکھ چکا ہے۔"

صدر نے دونوں ملکوں کی آبادی، رقبہ اور فوجی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے مزید کہا کہ:۔

"پاکستان اس کے تناسب کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:۔

"پاکستان ایٹمی ہتھیار بنانے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اور "اسلامی بم" کی اصطلاح محض اسرائیل کی اختراع ہے جو اسلامی ملکوں کا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ اسلامی ملک اپنی جائز دفاعی ضروریات بھی حاصل نہ کرنے پائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھارت کو یہ پیش کش بھی کر چکے ہیں کہ بھارتی ماہرین پاکستان کی ایٹمی تنصیبات اور پاکستانی ماہر بھارتی ایٹمی تنصیبات کا معائنہ کریں۔"

صدر محترم کے ارشادات بڑے واضح اور صاف ہیں ان میں کوئی ابہام نہیں نہ کوئی ایسی بات جس کی وضاحت کی جائے۔

ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ دونوں ملک

آپس میں شیر و شکر ہو کر رہیں اور اسلحہ کی دوڑ میں فریقین کی بے پناہ صلاحیتیں اور سرمایہ خرچ ہو رہا ہے وہ دونوں ملکوں کے عوام کی فلاح اور ان کے مسائل کے حل پر خرچ ہو —— جو لوگ دونوں ملکوں کے درمیان مسلسل حالت جنگ کے خواہاں ہیں وہ احمقوں کی دنیا میں بستے اور انسانیت کے دشمن ہیں —— ہمارے یہاں بہت سے حکمران بھی ایسے آتے رہے جنہوں نے جنگ کی باتوں کو ہوا دے کر اپنی دکانِ سیاست چمکائی لیکن نتیجہ ؟

ہمیں خوشی ہے کہ صدر ایوب خاں مرحوم کے بعد صدر ضیاء الحق نے حقیقت پسندانہ اقدام اٹھایا ہے اور برادر ملک ہندوستان کے ساتھ بہتر تعلقات کے لئے مثبت پیش رفت کی ہے —— حکومت ہندوستان اس کا کیا جواب دیتی ہے ہنوز معلوم نہیں؟ تاہم ہماری خواہش ہے کہ جس صفائی اور خلوص کے ساتھ پاکستانی حکمران نے ایک صحیح قدم اٹھایا ہے انڈیا گورنمنٹ بھی اس کا مظاہرہ کرے تاکہ دونوں ملک تعمیر و ترقی کے منصوبوں میں مشغول ہو سکیں اور جنگ کا ہوّا جو دونوں ملکوں کے عوام کے سر پہ ہر وقت مسلط رہتا ہے وہ دور ہو۔ موجودہ ہندوستانی وزیر اعظم کے والد جو کانگرس کے گویا نفس ناطقہ اور ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم تھے

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

دائیں اور بائیں بازو والے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۔ ۔ ۔ ۔ لَا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِــٴُـوْنَ ۔ (صدق اللہ العظیم) الحاقہ

بزرگانِ محترم ! برادرانِ عزیز !

۲۹ ویں پارہ کی سورۃ الحاقہ کے پہلے رکوع کی آخری آیات آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں ۔ اس سورہ مبارکہ کا عنوان بقول حضرت لاہوری قدس سرہٗ یہ ہے کہ "جزائے اعمال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملتی ہے"۔ اللہ تعالٰے کے اس دعوی کی دلیل ثمود و عاد کی قومیں اور فرعون ہیں جو دنیا میں اللہ تعالٰے کے غضب و عتاب کا شکار ہو کر خائب و خاسر ہوئے اور ان کا ذکر سورۃ کی ابتدائی آیات میں ہے ۔ اس کے بعد آخرت کی جزاء و سزا کا ان آیات میں ذکر ہے جو ابتداء میں آپ نے ملاحظہ فرمائیں :۔

"جس کو اس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا سو وہ کہے گا لو میرا اعمالنامہ پڑھو ۔ بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا ۔ سو وہ دل پسند عیش میں ہوگا ۔ بلند بہشت میں ، جس کے میوے جھکے ہوں گے ۔ کھاؤ اور پیو ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے گذشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش ! میرا اعمالنامہ نہ ملتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے ؟ کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی ، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا ، مجھ سے میری حکومت بھی جاتی رہی (اللہ تعالٰے فرمائیں گے) اسے پکڑو ، پس اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں ڈال دو ۔ پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو ۔ بے شک وہ اللہ پر یقین نہیں رکھتا تھا جو عظمت والا ہے اور نہ وہ مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت دیتا تھا ، سو آج اس کا یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ کھانا ہے ۔ مگر زخموں کا دھوون (غسلین کا معنی گرم ابلتا ہوا پانی یا زخموں کا دھوون ہے یعنی کافر دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا پانی اور دوزخ کے ایک درخت کو بھی غسلین کہتے ہیں —— (لغات القرآن صـ۱۹ ج ۵) اسے سوائے گنہگاروں کے کوئی نہیں کھائے گا۔"

(ترجمہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

مزید تذکرہ

سورۃ الحاقہ کی آیات کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ۔ جن میں دو گروہوں کا ذکر ہے ۔ یعنی وہ لوگ جن کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دئے جائیں گے اور بائیں ہاتھ میں دئے جائیں گے ۔ ساتھ ہی ساتھ دائیں ہاتھ والوں کی خوشی و مسرت اور بائیں ہاتھ والوں کی غمناکی و پریشانی کا تذکرہ ہے ۔ دائیں ہاتھ

والوں کو یہ مسرت و خوشی ان کے ان اعمال صالحہ کے سبب نصیب ہوگی جو انہوں نے دنیا میں کئے تھے اور بائیں ہاتھ والوں کو یہ مصیبت اس لئے دیکھنا پڑے گی کہ وہ بدعقیدہ تھے، بدعمل تھے اور انسانیت کا احترام اور اس کی بھلائی کے جذبہ سے وہ عاری تھے۔ قرآن عزیز نے کئی دوسرے مقامات پر بھی ان مضامین کو ذکر کیا ہے۔ سورہ واقعہ جس کی مستقلاً احادیث میں فضیلت آئی ہے اور رزق کی فراخی کے لئے بعد نماز مغرب اس کا پڑھنا مجرب ہے۔ اس میں ارشاد ہے — ترجمہ

"اور داہنے ہاتھ والے (سبحان اللہ) داہنے ہاتھ والے کیا (ہی عیش میں) ہیں (یعنی) بے خار کی بیریوں اور تہہ بتہہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور پانی کے جھرنوں اور میوہ ہائے کثیر (کے باغوں) میں، جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے اور اونچے اونچے فرشوں میں، ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا تو ان کو کنواریاں بنایا (اور شوہروں کی) محبوب اور ہم عمر (یہ سب کچھ) داہنے ہاتھ والوں کے لئے ہے۔"

اس کے برعکس بائیں ہاتھ والے اس سے متصل ارشاد ہوا کہ وہ "دوزخ کی لپیٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں (ہوں گے) اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہے نہ خوشنما، یہ لوگ اس سے پہلے عیش نعیم میں پڑے ہوئے گناہ عظیم پر اڑے ہوئے تھے۔"

اسی طرح سورہ مدثر میں دائیں ہاتھ والوں کی کامیابی، جنت میں مزے اڑانے اور بائیں ہاتھ والوں سے ان کی گفتگو کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گرو ہے مگر داہنی طرف والے (نیک لوگ) کہ وہ باغہائے بہشت میں (ہوں گے) اور پوچھتے ہوں گے (یعنی آگ میں جلنے والے) گنہگاروں سے کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ مل کر (حق سے) انکار کرتے تھے اور روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی، تو (اس حال) میں سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں کچھ فائدہ نہ دے گی۔"

قرآن عزیز کے تین مختلف مقامات میں سے ایک مقام کی تو تلاوت کی گئی اور اس کا ترجمہ عرض کیا گیا جبکہ دو مقام کے محض ترجمہ پر ہی اکتفا کیا گیا۔ ان آیات اور ان کے تراجم سے انسانی برادری کے دو طبقات سامنے آتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ پہلا طبقہ کامیاب اور فائزالمرام لوگوں کا ہے اور دوسرا ناکام و نامراد لوگوں کا۔ پہلا طبقہ وہ ہے جس نے بقول مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم اپنی خواہشات کو قابو میں رکھا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہمہ تو تعلیم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ انہوں نے اپنے اعتقادات و افکار کی بنیاد وحی الہٰی کو بنایا۔ تو اعمال میں بھی اسی چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے۔ اس کے برعکس دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے خدائے بزرگ و برتر کے احکامات و فرائض کا مسلسل انکار کیا تا آنکہ اسی انکار و تمرد میں وہ دنیا سے چل بسے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے علی الرغم اپنی خواہشات کی پوجا کی، خدا کی عظمت و کبریائی کا ذرہ برابر لحاظ نہ کیا۔ مادی فوائد کے لئے اپنی صلاحیتیں تج دیں اور دل کی دنیا ویران کر دی —— یہی وہ عاقبت نااندیش لوگ ہیں جو انسانی اقدار کے دشمن اور اپنے ہم جنسوں کی تذلیل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے انسانیت کو بیچ چوراہے کے رسوا کر کے اپنی چند روزہ دنیا کا محل بسایا لیکن موت کی تند و تیز آندھی نے اسے گرا کر پیوند خاک کر دیا۔ اور وہ منوں مٹی تلے دب گئے۔ یہ روسیاہ اور بدقسمت لوگ صبح قیامت میں اپنے اعمال نامے کو دیکھ کر پریشان ہوں گے، سوچیں گے کاش یہ ہمیں ملتا ہی نہیں۔ دنیا کا عیش و تنعم، یہاں کی حکومت کی سرداری دولت و ثروت سب انہیں یاد تو آئے گی لیکن اس پر لعنت بھیجیں گے اور اسی بدحالی و نامرادی کا انہی چیزوں کا ذمہ دار قرار دیں گے —— لیکن اس وقت کا رونا کس کام کا؟ وہ وقت تو محاسبہ کا ہوگا عمل کا نہیں۔

بنیادی خرابیاں

آیات مبارکہ کے مجموعی مفہوم کے پیش نظر عقیدہ توحید و آخرت کا انکار، حق کا مذاق اڑانے اور معاشرہ کے مفلوک الحال اور پسے ہوئے عوام کی خدمت نہ کرنے کو بنیادی خرابیاں کہا جا سکتا ہے اور یہ ایسے امراض ہیں کہ جو شخص اس کا شکار ہوگا۔ اس کے حق میں کوئی سفارش کوئی حمایت، کوئی رونا دھونا کام نہیں آئے گا۔

اس مرحلہ پر ایک بات کا اظہار بہت ضروری ہے اور وہ یہ کہ آج کل ہمارے یہاں "دائیں اور بائیں بازو" کی اصطلاح بہت عام ہو چکی ہے۔ مروجہ دور کے نقطہ نظر سے جو تقسیم ہمارے یہاں عام ہو گئی ہے وہ سراسر لغو اور غلط ہے۔ اصل میں تقسیم وہی ہے جس کا ذکر قرآن عزیز نے کیا اور بس۔ حالت یہ ہے کہ آج جو شخص دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرتی عدل کا نام لیتا ہے، اسے فوراً بائیں بازو کے گروپ سے منسوب کر دیا جاتا ہے حالانکہ ایسا کہنا بجائے خود بہت بڑی ناانصافی ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ تک تمام انبیاء علیہم السلام خدا کی زمین پر انصاف کے علمبردار بن کر آئے تھے۔ اور خاص طور پر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے وہ تمام زنجیریں کاٹ پھینکیں جن کا نتیجہ انسانیت کی تذلیل اور معاشرتی ظلم تھا۔ اب حالت یہ ہے کہ دین و مذہب اور اسلام کا نعرہ خوب خوب لگائیں لیکن اللہ کے بندوں کے حقوق جی بھر کر لوٹیں تو آپ اسلام پسند ہیں اور دین کے بلاشرکت غیرے ٹھیکیدار، لیکن اگر آپ اسلام کے نظام عدل کو اس کی تمامتر تفصیلات کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کریں اور توحید اور آخرت کے عقیدہ کی اصلاح نیز فرائض دینی کی پابندی کا پورا پورا لحاظ کریں لیکن اگر آپ نے معاشرتی انصاف کی بات کی تو آپ پر ایسے الزام دھرے جائیں گے کہ توبہ بھلی!

میری خواہش یہ ہے کہ ہم اپنا انداز فکر تبدیل کریں خدا کے دین کو اپنی اغراض کے تابع نہ بنائیں، بلکہ اس کے تابعدار بن کر دنیا میں زندگی گزاریں تاکہ قیامت کی صبح دائیں بازو والوں میں شمار ہو سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : اداریہ

وہ بذاتِ خود اس بات کے خواہاں تھے۔ اس لئے بھی ہمیں امید ہے کہ مسز گاندھی پاکستانی صدر کی پیشکش کا مثبت جواب دیں گی، اور اس مسئلہ کو جلد از جلد حل کریں گی۔

اس موقعہ پر اپنی حکومت سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس سوچ کے خلاف کچھ لوگوں کی غوغا آرائی کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن آپ کو اس سے پریشان نہ ہونا چاہیے اور یقین کرنا چاہئے کہ ملک کی بھرپور اکثریت اس معاملہ میں آپ کے ساتھ ہوگی۔ تاہم اتنی بات ضرور پیش نظر رکھیں کہ قومی وقار کا ہر اعتبار سے لحاظ ضروری ہے اور کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ہم پر بزدلی اور جُبن کا طعن آئے — اللہ تعالیٰ وطن عزیز کا محافظ ہو۔

فریادِ مُسلم

سید عطاء الرحمٰن جعفری (بی اے آنرز)

ہیں جنبشِ دردمند پر پابندیاں گراں
رکھی ہے بند کثرتِ آلام نے زباں
کب تک بیاں کروں ستم و جورِ آسماں
حد سے گذر چکی ہیں زمانہ کی سختیاں
گھبرا کے ہُوں کشاکشِ امید و بیم سے
فریاد کر رہا ہوں خدائے کریم سے

پروردگار مالکِ عرشِ بریں ہے تو
خلّاقِ کائنات زمان و زمیں ہے تُو
گو لامکاں ہے پھر بھی دلوں میں مکیں ہے تو
وہ کون سی جگہ ہے جہاں پر نہیں

یارب تیری نگاہ ... ہر سینہ چاک ہے
مایوس کی امید ... ذات پاک ہے

ہر خاص و عام پر ہے کرم تیرا کردگار
سب تجھ پہ رازہائے نہفتہ ہیں آشکار
رحمت کا تیری کچھ نہیں اندازہ و شمار
دیکھ اے خدائے پاک مسلماں کا حالِ زار
غربت اُسی پہ ہے اور فلاکت اُسی پہ ہے
ہر حصۂ زمیں میں مصیبت اُسی پہ ہے

گردش کی طبع اب متحمل نہیں رہی
باقی کوئی جہاں کی مشکل نہیں رہی
اک سرزمین بھی امن کی حامل نہیں رہی
تسکینِ جان و دل اسے حاصل نہیں رہی
بربادیوں کا لاکھ طرح اہتمام ہے
اعدا کی اس پر نیش زنی صبح و شام ہے

تبدیل اپنے فضل سے یہ صبح و شام کر
ہم سب کو باوقار اے ذوالاکرام کر
اس دَورِ امتحاں کا اب اختتام کر
یارب یہ سب مصائبِ پیہم تمام کر
دے دے ہمارے بخت کو پھر ارجمندیاں
ہوں ہم سے تیرے نام کی پھر سربلندیاں

افتادگانِ خاک کو اپنے اٹھا بھی دے
پھر امن و عافیت کی ہوائیں چلا بھی دے
تابِ دعا بھی دے اثرِ دعا بھی دے
بگڑا ہُوا نصیب خدایا بنا بھی دے
آسان زندگی کی سبھی مشکلات ہوں
لغزیدہ پھر ہمارے نہ پائے ثبات ہوں

صدمے اٹھائیں قلب و جگر میں وہ دم کہاں
پہنچائیں دیکھئے ہمیں ظلم و ستم کہاں
لے جائیں اپنا قصۂ آلام و غم کہاں
تیرے ہیں تیرے در کے سوا جائیں کہاں
سابق کی طرح فضل و کرم کا نزول ہو
عطا کی نظرِ اشک خدایا قبول ہو

تازیانۂ عبرت

مولانا محمود احمد ظفر
سیالکوٹ

ہمیں مدرسوں میں شیخ سعدیؒ اور شیخ عطارؒ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے بچپن ہی سے ہمارے اعتقادات، خیالات اور اعمال ایک حد تک درست ہو جاتے تھے۔ آج وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج بی۔ ٹی کرائی جاتی ہے۔ ہر شاہ و گدا، ہر کس و ناکس اور ہر امیر و غریب اسی دھن میں لگا ہوا ہے۔ کہ میں اپنے صاحبزادے کو ملحد و زندیق بنا دوں۔ دنیوی اعتبار سے وہ بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کرے۔ خواہ اسے کلمہ بھی صحیح نہ آئے۔ انگریز کی مہربانی ہے کہ ہماری ہر شئے بگڑ گئی ہے۔ اور بگڑتی جا رہی ہے۔ جہاں اس کے قدم گئے وہاں کی تعلیم، تہذیب اور تمدن کو غارت کر کے رکھ دیا۔ عمل بگڑا، علم بگڑا، تہذیب بگڑی اور خیالات خراب ہوئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی ایک رُباعی ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خنداں بدند و تو گریاں!
آنچناں زی کہ وقت مردنِ تو
ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

دنیا کا دستور ہے کہ جب ایک انسان تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کی ہمدردی کی جاتی ہے، کوئی روتا ہے تو انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ رو یا جائے ورنہ کم از کم ہنسا تو نہ جائے، تاکہ یہ تو نہ سمجھا جائے کہ ہمیں کسی کے دکھ سے سکھ ہے۔ جو ایسا کرتا ہے یقیناً ظلم کرتا ہے۔ اب غور کیجیئے کہ جس وقت ہم پیدا ہو رہے تھے۔ رو رہے تھے۔ ہمارے رونے پر ہمارے خویش و اقربا ہنستے تھے۔ ہم بلبلا کر نیند دں کو خراب کر رہے تھے۔ دلوں کو تڑپا رہے تھے۔ ہمارے محسنوں نے انھوں رونے اور آنسوؤں کے دریا بہانے پر شیرینیاں تقسیم ہو رہی تھیں، دعوتیں دی جا رہی تھیں، اس سے بڑھکر کیا ظلم ہو سکتا تھا ہمارا رونا خوشی سے تھا یا تکلیف سے! سکھ سے تھا، یا دکھ سے دیا آپ سب جانتے ہیں کہ خوشی سے رویا نہیں جاتا۔ غالبؔ کہتا ہے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

رونا ستانے سے ہوتا ہے۔ ہمیں ستایا گیا ہم رو رہے تھے۔ ہمارے سر پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ہم انتہائی تکلیف میں تھے۔ کیوں اس لیے کہ ہم عالم ارواح سے منتقل کیئے تھے ہم مقدس سرزمین پر رہنے والوں ہم نورانی جہاں کے بسنے والوں کو حکم دیا گیا کہ ظلمت کدۂ دنیا میں آباد ہوں اس سے زیادہ غم کا مقام اور کون سا تھا۔ ہمارا پیارا وطن جہاں تسبیح و تحمید کے بغیر کوئی کام نہ تھا۔ ہم سے چھوٹ گیا۔ اور ہمیں کالبد خاکی اور اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ یہ بدن ایک نجس شئے ہے۔ ناپاک پانی سے بنایا گیا ہے۔ جس سے آپ کے احباب اور اقربا کو محبت ہے۔ جس کو آپ بناتے اور سنوارتے ہیں۔ تیل لگاتے اور ولائیت کے باریک باریک نزاکت مآب کپڑے پہناتے ہیں۔ جسے عطر ملتے ہیں۔ اور جسے اسطرح ناز و نخرہ کے ساتھ رکھتے ہیں کہ ؎

نسیم صبح بھی چھو جائے رنگ ہو میلا

حالانکہ اصل شئے اس کے اندر بند ہے، جس کا نام روح ہے۔ اسے انسان کہنا چاہیئے۔ ورنہ یہ بدن جو نہ صرف نجس بلکہ ماءِ مطہر کو ناپاک (پیشاب)، طیب خوراک کو نجس (پاخانہ) اور عمدہ آکسیجن کو گندہ (نائٹروجن اور ہائیڈروجن) بنا دیتا ہے یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی خاص الخاص مہربانی اور اس کی قدرت و رحمت کی کرشمہ سازی ہے۔ کہ ہمیں ناپاک پانی سے پیدا کر کے ایسے رنگ میں رنگ دیا۔ کہ ماں، باپ، بہن بھائی دوست و احباب اور خود ہم سب سے پیار و محبت کرتے ہیں۔ ورنہ اس کی حقیقت تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ کس طرح سے آیا ہے۔ اور کس طرح جاتا ہے۔ آج روح بدن سے نکلی اور آج ہی گھر سے نکالا جاتا ہے۔ اور زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

ایک گھنٹہ دیر نہیں کی جاتی۔ رشتہ داروں اور احباب کا انتظار تک نہیں کیا جاتا۔ گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ فوراً کفن دفن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عورت چھاتی سے لگانا پسند نہیں کرتی۔ وہ ماں جو ہر وقت پیار کرتی رہتی تھی۔ اور ہر دم اپنے آغوش محبت میں رکھتی تھی۔ اب پیار نہیں کرتی۔ بچے گود میں نہیں۔ بیٹھتے دوست ہاتھ ملانا اور ہاتھ لگانا گوارہ نہیں کرتے۔ جن سے خلوت میں کئی راتیں گذار کر دن اور دن گذار کر راتیں ہوتی تھیں اور جی نہیں بھرتا تھا وہ ایک منٹ کے لیئے ساتھ نہیں بیٹھتا، ڈرتا ہے۔ بھوت سمجھتا ہے۔ تصور کرتا ہے کہیں چمٹ نہ جائے۔ دیکھا اپنا انجام، فوراً اپنے گھر سے نکالے جاتے ہیں۔ اگر ایک دن پڑے رہو تو دوسرے دن بدبو آجاتی ہے۔ وحشت کے مارے قدم نہیں رکھا جاتا۔ تیسرے دن کیڑے پڑجاتے ہیں۔ بدن پھٹتا ہے گلتا ہے، سڑتا ہے۔ اور قیامت آجاتی ہے یہ اس جسم کا حشر ہے۔ جس کے لیئے اس دنیا کا سارا ساز و سامان ہے۔ موٹریں ہیں مکان ہیں۔ باغات ہیں۔ جس کے لیئے دنیا بھر کو ستاتے ہیں۔ حرام کھاتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں۔ حق کو چھپاتے ہیں۔ لگی لپٹی کہتے ہیں۔ حاکم وقت کے سامنے سچی بات نہیں کہتے۔ جہاد سے منہ پھیرتے ہیں قید و بند کی تکالیف سے ڈرتے ہیں۔

آج مسلمان دنیا کی آسائش کے لیئے دینِ حق کو چھوڑ رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے آباؤ واجداد نے دین کو اپنایا۔ اور دنیا کو دین کے لیئے خیرباد کہہ دیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ واقعہ اب بھی مسلمانوں کو دعوت عبرت دے رہا ہے، جب کہ آپ بیت المقدس کی فتح کے لیئے وہاں تشریف لے گئے۔ تو مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر عرض کیا:۔

"امیر المؤمنین بیت المقدس نصرانیوں کا متمدن و مہذب ملک اور آپ کا لباس رنگارنگ پیوندوں سے مرصّع ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں ندامت اٹھانی پڑے۔ لہذا آپ یہ نیا لباس پہن لیں۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

حسبنا عزۃ الاسلام (ہم دنیا کی عزت کے خواہاں نہیں، ہمارے لیئے تو بس اسلام کی عزت کافی ہے۔

ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اسلام نے ہمیں بدن کی زیب و زینت میں الجھکر رہ جانا نہیں سکھایا۔ بلکہ ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ ہم اپنے اندر روحانی جلا اور روشنی پیدا کریں، جفاکش بنیں۔ ایک دفعہ شیخ الاسلام حضرت الامام مولانا السید حسین احمد مدنی (اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے) کو ایک شخص نے پنکھا ہلانے کی کوشش کی، تو آپ نے فرمایا۔

"اگر تم نے یوں کیا تو میں کیا کرسکوں گا، مجھے محمد شاہ نہ بناؤ، مسلمان جفاکش ہوتا ہے، تم جفاکش بنو، محمد شاہ نہ بنو، نادر شاہ درّانی بنو، کہ جب وہ ایران سے چڑھتا ہے۔ موٹے کپڑے ہیں۔ آلات حرب ہیں۔ ایک کندھے پر پانی کا مشکیزہ ہے۔ اور دوسرے پر ایک دو وقت کا کھانا ہے اور اس حال میں کرنال تک پہنچ جاتا ہے ادھر محمد شاہ کے پاس شراب کی محفل گرم ہے۔ ہر روز رپورٹ پہنچتی ہے۔ آخری رات کرنال پہنچ جانے کی رپورٹ وزیر نے شاہ کو نشہ میں کہا۔ ع

ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

مگر جب صبح کو نشہ دور ہوا تو مشورہ ہوا اور صلح کے لیئے گیا۔ ڈھاکہ کی باریک ململ اور ہر دو طرف خدام پنکھا ہلا رہے ہیں۔ مگر پھر بھی پسینہ ہے۔ وہاں پہنچا تو اس قدر موٹے کپڑوں پر بھی پسینہ، پریشانی اور تھکاوٹ نہیں، پوچھا بھائی کیا بات ہے۔ نادر شاہ نے جواباً کہا اگر میں آپ کی طرح نازک اندام ہوتا، تو کسطرح ایران سے چل کر کرنال پہنچتا اور اگر آپ میری طرح ہوتے تو کم از کم اپنے ملک کی سرحد پر ہی میرا مقابلہ کرتے۔"

سالانہ چندہ غیر ممالک

ملک	چندہ
سعودی عرب	۲۴۰/- روپے
لیبیا	۲۶۰/- ″
کویت	۳۱۰/- ″
متحدہ عرب امارات	۲۸۰/- ″
انگلینڈ	۳۰۰/- ″
آسٹریلیا	۴۳۰/- ″
امریکہ، کینیڈا	۴۵۰/- ″
جرمنی، بلجیم	۳۸۰/- ″
انڈونیشیا، ملائیشیا	۳۰۰/- ″
نائیجیریا	۴۰۰/- ″
جنوبی افریقہ	۳۸۰/- ″

اشرف المخلوقات

انسان

اپنی حقیقت کے آئینہ میں

سید محمد اکبر شاہ

بارگاہِ علم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز عالم وجود میں آچکی تھی اور لیل و نہار کا یہ سلسلہ مدتوں اسی انداز میں کروٹیں لیتا رہا تاآنکہ دفتر قضاء و قدر میں تخلیق انسانی کا منصوبہ بنا چنانچہ پہلے سے تخلیق شدہ جمادات، نباتات، حیوانات، ملائکہ اور جنات وغیرہ سب کے خواص یکجا شامل کرکے آدم کی ترتیب تشکیل کی گئی اور جب اس کی نوک پلک درست ہوچکی تو اس میں حق تعالیٰ نے اپنی روح پھونک کر دیگر تمام مخلوقات کو حکم دیا کہ وہ سب قدرت کے اس شاہکار کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں چنانچہ ماسوائے شیطان رجیم کے باقی ہر کہہ و مہہ نے آدم کی مکمل فرمانبرداری کا عہد کیا جو رہتی دنیا تک وفا ہوگا۔ ان تمام اشیاء کا اندازہ فرمانبرداری کیا ہے اور وہ کس طرح حضرت انسان کی خدمت میں سرگرداں ہیں اس کا اندازہ ایک معمولی مثال سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

مدراس پریذیڈنسی میں ایک خاص نوع کا ایسا سانپ پایا جاتا تھا جس کا چمڑا انتہائی چمکیلا اور خوش رنگ تھا غیر ملکی خواتین نے بالخصوص اس کے چمڑے کے پرس اور دیگر ہمچو قسم اشیاء کو ہر قیمت پر حاصل کرنا شروع کیا تو بازار میں اس کی مانگ اتنی بڑھی کہ سب لوگ اس سانپ کے شکار کو نکل آئے۔ نتیجتاً چند ماہ کے اندر اس نوع کا سانپ سرزمین مدارس سے ناپید ہوگیا۔ اسی سال دھان کی فصل پر حشرات الارض کا حملہ اتنا سخت ہوا کہ فصل بالکل تباہ ہوگئی اور ماہرین زراعت اس نتیجہ پر پہنچے کہ فلاں قسم کا سانپ جواب ختم ہوچکا ہے ایسے کیڑوں کو کھاتا تھا۔ جو دھان کے پروان چڑھنے میں حائل تھے۔ سانپ کے ناپید ہو جانے سے حشرات الارض کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ فصل کی پختگی ممکن نہیں رہی۔ چنانچہ آسٹریلیا سے جہاز بھر کر ایسے سانپ درآمد کیئے گئے۔ اور اس طرح دھان کو ایسی آفتوں سے محفوظ کیا گیا۔ دیکھا آپ نے کہ سانپ جیسی مہلک اور زہریلی چیز بھی کس طرح نوع انسانی کی خدمت کر رہی ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز کا یہی حال ہے۔ ہمیں ان کی افادیت کا علم ہو یا نہ ہو مگر جس قدر انسانی تخلیق وسیع ہوتی جارہی ہے۔ دریا۔ پہاڑ، شجر، حجر، ہوا، سمندر، سیارے اور تمام اجرام فلکی غرضیکہ ہر چیز اپنی افادیت کے جواہر واضح کرتی جارہی ہے۔

پھر اس امر پر بھی غور کریں کہ کائنات کی ان لاتعداد اشیاء میں سے ایک چیز بھی کم ہو جائے تو حضرت انسان کا شائد جینا دو بھر ہو جائے یا کم از کم اسے سخت پریشانی اور مصیبت کا سامنا

کرنا پڑے۔ اس کے برعکس اگر صرف انسان کا وجود نہ ہو تو دیگر مخلوق کا کیا بگڑتا ہے۔" خس کم جہاں پاک" والا معاملہ ہوگا ہر چیز سکھ کا سانس لے گی اور اپنی فطرت کے مطابق مقاصد وجود کو پورا کرتی رہے گی۔ پھر اس جہان کی موجودہ ترتیب تشکیل پر معمولی غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ ہر چیز ایک قانون عالمگیر کی ایسی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہی انسانی تمدن اور ترقی کا بڑا راز ہے۔ اگر کائنات کی ہر چیز مادر پدر آزاد ہوتی اور اپنی آزاد مرضی کے مطابق کبھی کسی طرح اور کبھی کسی اور انداز میں عمل کرنے کی اسے اجازت ہوتی تو انسان کبھی تفیر کائنات میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا پاتا۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے اور کیا انسان بھی انہیں کی طرح ایک لگے بندھے ضابطہ کا پابند ہے۔ کیا دیگر مخلوق کی طرح وہ بھی صرف پیدا ہونے، سونے، جاگنے، پینے، پیدا کرنے اور مرنے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیا ایک حکیم کی حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ ایک مخلوق سب کے آخر میں ایسی پیدا کر دی جائے جس کی خدمت پر باقی تمام مامور ہوں اور یہ خصوصی مخلوق بھی دوسروں کی طرح اسی لگے بندھے ضابطہ کی پابند رہے۔ جس مخلوق کی تخلیق سے پہلے اس کی جملہ ضروریات کی تکمیل کر دی گئی اور جس کی خدمت پر کائنات کا ذرہ ذرہ مامور ہوا اور جسے ارادہ اور اختیار کی وہ آزادی عطا ہوئی جو دیگر کسی مخلوق بشمول ملائکہ کو بھی میسّر نہ آئی ہو اس کا مقصد تخلیق یقیناً کوئی بہت ہی بلند ہوگا اور اس کے ذمہ بھی کوئی ایسی ہی ڈیوٹی ہوگی جو دوسروں کے بس کا روگ نہ تھی۔ یہی وہ سوال ہے جو غور طلب ہے اور اسی کے صحیح غلط جواب پر فلاح و خسران کا انحصار ہے۔

قرآن حکیم میں تخلیق آدم کا مقصد اولیٰ عبادت قرار دی گئی ہے۔ مگر لفظ عبادت کا مفہوم محض پوجا پاٹ اور پرستش سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ نماز، روزہ، حج، وظائف وغیرہ وغیرہ تو محض حصول مقصد کے مختلف ذرائع ہیں۔ نماز کا مقصد یہ ہے کہ نمازی فحاشی اور منکرات سے محفوظ ہو سکے اب اگر نماز ادا کرنے کے بعد بھی کوئی شخص فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے تو نماز اس کے حق میں بے معنی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح روزہ کی غایت تقویٰ فرمائی گئی ہے۔ اگر تقویٰ میسّر نہ آیا تو حق سبحانہٗ کو کسی کے بھوکا پیاسا رہنے سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔" شیطان کی عبادت نہ کر" کے حکم کا منشاء یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ شیطان کی خالی پوجا نہ کرو کیونکہ کسی زمانہ میں بڑے سے بڑے کافر و ملحد نے بھی شیطان کو اپنا معبود نہیں بنایا۔ اسی طرح سورۂ المومنون میں جناب موسیٰؑ و ہارونؑ علیہم السلام کے مقابلہ میں فرعونیوں کا یہ دعویٰ کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں جبکہ ان کی قوم ہماری عبادت کرتی ہے۔" یہاں بھی عبادت کا مفہوم پوجا پاٹ نہیں۔ بنی اسرائیل جیسی موحد، قوم کبھی قبطیوں کو اپنا معبود تصور کر سکتی تھی۔ البتہ غلام ہونے کی صورت میں ان کی مطیع اور فرمانبردار ضرور تھی۔ یہی لفظ عبادت کا یہاں مفہوم ہے۔ اگر کوئی کسی کی بلا چون و چرا اطاعت کر رہا ہے تو قطع نظر اس کے کہ وہ اسے کیا سمجھتا ہے اسکی عبادت ہی کرتا ہے۔ اگر زبان سے اس کو گالی تک دے رہا ہو لفظ عبادات کی وضاحت کے لئے ان آیات قرآنی کی طرف رجوع ضروری ہے۔

ہم نے یہ بار امانت آسمانوں، زمین، اور پہاڑوں پر ڈالنے کا ارادہ فرمایا مگر وہ سب خوفزدہ ہو گئے اور اس بار کو اُٹھانے سے معذرت پیش کر دی۔ پس انسان اس بار کو اٹھا لے گیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس پر) ظلم کرنے والا تھا اور ایسے بار کی برداشت کے نتائج سے نہ آشنا بھی تھا۔ بار امانت کیا تھا یہ نکتہ "اِنّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ" میں پنہاں ہے۔ یعنی میں اس کرۂ خاکی پر اپنا نائب بھیجنے والا ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ نائب ہر وہ ذمہ داری پوری کرے گا جو منیب کے ذمہ ہوگی۔ یا جن کے پورا کرنے کی ہدایت اسے منیب دے گا۔ بصورت دیگر حق نیابت ادا نہ ہو پائے گا۔ انہی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے منیب نے نائب کو اپنی طرح صاحب ارادہ و اختیار بنایا اور گرد و پیش کی تمام چیزوں پر اسے حقوق تصرف عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ کی یہ ذمہ داری ہے کہ زمین پر بسنے والے ہر ذی روح کو رزق دینے۔ نائب خدا ہونے کی حیثیت سے اب یہ اولاد آدم کی ذمہ داری

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

مُحرمُ الحرامُ

ماہِ فتح و نصرت

اور بعد دس محرم کے...؟

• عبدالرشید انصاری

تاریخی واقعات و شواہد کا مطالعہ ہمیں بتلاتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس مہینہ کو اسلامی سن ہجری کا اول ماہ متعین کیا وہ ماہ محرم الحرام ہے اور اس ماہ میں خدائی فتح و نصرت کے درج ذیل واقعات بھی رونما ہوتے ہیں۔

- —— حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر رکی۔
- —— حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے قوم نمرود کی جلائی ہوئی آگ گلزار بنا دی گئی۔
- —— حضرت اسمٰعیل اور حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ولادت ہوئی۔
- —— حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے برسوں بعد ملاقات ہوئی۔ اور بینائی لوٹ آئی۔
- —— حضرت یوسف علیہ السلام کو ظالمانہ قید سے نجات ملی اور مصر کی حکومت عطا ہوئی۔
- —— حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزادی دلانے میں کامیاب ہوئے، اور فرعون کا جبر و استبداد اپنے ہتھیاروں اور فوج کے ساتھ دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔
- —— حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور مچھلی کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ و سلامت نکال لیا۔
- —— سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے شادی ہوئی۔
- —— امیر المؤمنین امام برحق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایرانی مجوسی کے ہاتھوں مسجد نبوی میں عین حالت نماز میں مصلیٰ نبوی پر ۲۷ر ذی الحجہ کو شدید زخمی ہو کر یکم محرم الحرام کو شہادت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔
- —— عجمی اور بزدل منافقوں نے آل رسول اور امت مسلمہ کے خلاف ایک گھناؤنی اور سفاکانہ منافقانہ سازش کی مگر اللہ تعالیٰ نے نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکے جانثار رفقاء کو شہادت کی نعمت عظمیٰ عطا فرما کر انہیں زندہ جاوید بنا دیا۔

—— راہ حق میں شہید ہو جانا بندۂ مومن کے لئے باعث صدمہ و افسوس نہیں مقام مسرت و افتخار ہے شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس حقیقت کو الفاظ کا لباس یوں پہنایا کہ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اس لئے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ امام حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں نے ماہ محرم میں جو راہ حق میں مظلومانہ شہادت پائی

تو اپنے مطلوب و مقصود کو پوری طرح پالیا۔ اس لئے ان کے سچے نام لیواؤں اور پیرو کاروں کے لئے یہ مقام فخر اور موقعہ مسرت و شکر ہے اللہ تعالیٰ ہر مومن کو یہ سعادت و مرتبہ شہادت نصیب فرمائے آمین۔

ان حقائق کی روشنی میں ماہ محرم کو ماتم و افسوس کا مہینہ قرار دینا اور اس میں شادی وغیرہ کو ناجائز یا برا سمجھنا عقل و دانش سے روگردانی اور شریعت پر اتہام ہے۔

ایک سوال

وہ مسلمان جو صحیح العقیدہ ہوتے ہوئے بھی محرم کے اول دس دنوں کو صدمہ اور ماتم کے دن سمجھ کر ان میں شادی بیاہ کو برا یا گناہ سمجھتے ہیں انہیں خود اپنے سے سوال کرنا چاہیئے کہ حضرت عمر فاروقؓ یکم محرم کو شہید ہوتے وہ ان کے افسوس میں معروف تھے کہ دس محرم کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ رونما ہو گیا لیکن اب انہوں نے ماتم کا بستر لپیٹ دیا اور نالہ صدمہ و فغاں کو موقوف کر دیا تو کیوں؟۔ اگر حضرت امام حسینؓ پر اہل کوفہ کے مظالم اور آپؓ کی مظلومانہ شہادت کا صدمہ ہے تو یہ صدمہ دس محرم سے شروع ہو کر تا حیات رہنا چاہیئے پھر کوئی چیز نہیں جو صدمہ و ماتم کے تسلسل کو توڑ سکے اور نالہ و فغاں کے شور کو روکے پھر شادی بیاہ کا کوئی موقعہ نہیں پھر لاابالی قہقہے کیوں بلند ہوں اور پھر کبھی جانفزا مسکراہٹیں لبوں پر تیرتی کیوں نظر آئیں؟۔ کیا حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے دن دس محرم کے بعد خوشیوں کے وہ دروازے کھل جاتے ہیں جو یکم محرم کو بند کر لئے گئے تھے؟۔

یکم محرم سے دس محرم تک تو دشمنان حسینؓ اپنی سازش مکمل کرنے میں سرگرداں و پریشان رہے تھے۔ جب نواسہ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشتہ تیغ جفا ہوئے تو دشمنوں کا منصوبہ اپنے انجام کو پہنچا اور وہ ظاہراً اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ اگر ہم اس ظلم و بربریت پر غم زدہ ہوتے ہیں۔ تو پھر یوم عاشورہ کے بعد محرم کے باقی دنوں میں اور محرم کے بعد باقی گیارہ مہینوں میں اس غم کا مظاہرہ کیوں نہیں کرتے؟۔ ذرا عقل و خرد کو آواز دینا۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْن؟

اے بندگان خدا! اور پیروان دین مصطفےٰ! عقل کا دامن پکڑو! یہ بھینس نہیں کہ اس کے پیچھے لٹھ لئے پھرو۔ شہید کی جو موت وہ قوم کی حیات ہے" یہ تم خود کہہ رہے ہو اللہ نے تو اپنے سچے قرآن میں سچے نبی کی پاک زبان سے یہ فرمایا کہ

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں
مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر انکی زندگی
کا تم ادراک نہیں کر سکتے۔

عام لوگوں کی طرح شہیدوں کو موت آئی ہی نہیں، ہاں وہ ہم سے جدا ضرور ہو گئے ہیں ان کی جدائی کے درد اور فراق کی ٹیس سے دل کو مجروح کرنا اور روح کو بےچین رکھنا ایمان کی معراج ہے۔ مگر کسی عام مرنے والے کے افسوس اور صدمہ میں بھی تین دن سے زیادہ بیٹھنا حسینؓ کے نانا فاطمہؓ کے ابا عائشہؓ کے سرتاج اور رب العلمین کے محبوب سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی مخالفت ہے۔

مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيلُ...؟

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے پوری قوم کو کفر و شرک میں مبتلا پایا تو بتوں کی بے حقیقتی اور قوم کی گمرہی کو ان پر واضح کرتے ہوئے فرمایا: یہ صورتیں اور مورتیں کیسی تمثیلیں ہیں جن کو تم خود بناتے ہو اور پھر انہی کے آگے نیاز مندانہ معتکف ہوتے ہو؟

اگر پتھر کی شکلیں اور بت بنا کر انھیں مقدس سمجھنا، شرک اور حماقت ہے تو رنگ برنگے کاغذوں اور لکڑیوں کی خاص صورت بنا کر انھیں متبرک اور ذریعۂ حاجت روائی جاننا عین دانشمندی اور اسلام کیسے ہے؟

عام ہو گئی تھیں ان کے ازالے کے لئے شاہ صاحب نے "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" ایسی عظیم الشان کتب تصنیف فرمائیں۔

ان سب پر مستزاد ہیں ان کی وہ دقیق تصانیف جو فلسفہ حکمت اور تصوف کے غوامض سے بحث کرتی ہیں اور جن کا فہم عام لوگوں کے بس کی بات نہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں غلط فہمیاں عام ہیں

اس علمی اصلاح و تجدید کے ساتھ ساتھ جسے عالم اسلام میں یورپ کی "تحریک احیاء العلوم" (RENAISSANCE) کے بالکل ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحب ایک روشن ضمیر اور بیدار مغز انسان کی طرح اردگرد کے حالات کا جائزہ بھی لیتے رہے اور مندکرہ بالا فتنوں کا صحیح صحیح اندازہ کرتے ہوئے ان کی روک تھام کے لئے تدابیر پر عمل فرماتے رہے۔ سکھوں کا فتنہ اپنا تمام تر حیثیت و بربریت کے باوصف ابھی صرف پنجاب تک محدود تھا۔ تاہم بعد میں شاہ صاحب کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اسی خانوادۂ علمی و روحانی کے ایک فیض یافتہ حضرت سید احمد شہیدؒ بریلوی کی معیت میں پنجہ آزمائی اس فتنے سے کی اسے بہرحال شاہ صاحب ہی کے فیض کا تسلسل قرار دیا جائے گا۔ انگریزی استعمار کا فتنہ بھی ابھی قلب مملکت سے قدرے دور تھا تاہم اس فتنے سے بھی بعد میں علمائے دیوبند خصوصاً مولانا محمود حسنؒ اور ان کے رفقاء و تلامذہ مثلاً مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ جس طرح نبرد آزما رہے یہ بھی حقیقتاً سلسلۂ ولی اللٰہی ہی کی ایک کڑی ہے۔ البتہ مرہٹہ یورش کی تاخت و تاراج پایۂ تخت تک پہنچ چکی تھی لہٰذا شاہ صاحب نے اوّلین اہمیت اسی کو دی اور یہ در اصل انہی کی دعوت پر ہوا کہ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کا قصد کیا اور ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی تیسری اور عظیم ترین جنگ میں مرہٹوں کو شکست فاش دی اور اس فتنے کی کمر توڑ کے رکھ دی۔

علامہ اقبال نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں فرمایا کہ ؎

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

یہ بات جتنی صحیح حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں ہے اتنی ہی صحیح امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے لئے بھی ہے معرکۂ پانی پت کے دو سال کے اندر اندر بارہویں صدی ہجری کا یہ مجدد دین حق بحساب قمری کل ساڑھے اکسٹھ سال کی عمر میں واصل بحق ہو گیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

بقیہ: انسان

ہے کہ وہ اس فرض کو ادا کرے۔ حضور صلعم کا ارشاد گرامی اس سلسلہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کسی بستی میں ایک فرد بھی رات کو بھوکا سو گیا تو حق تعالےٰ اس بستی سے اپنی حفاظت کی ذمہ داری اُٹھا لیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا وہ مشہور واقعہ بھی کچھ اسی قبیل سے ہے۔ جب ایک بڑھیا کے بچوں کے لئے وہ رات کو سامان خورد نوش بیت المال سے اپنی پیٹھ پر اُٹھا لے گئے تو بڑھیا نے کہا کہ خلیفہ تو تم جیسے دردمند انسان کو ہونا چاہیئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اماں عمر تنہا اتنی بڑی اسلامی سلطنت کے ہر فرد کے حالات سے کیسے آگاہ ہو سکتا ہے۔ بہتر ہوتا جو آپ اپنا حال اسے بتا دیتے اور اگر وہ پھر بھی انتظام نہ کرتا تو غفلت کا ذمہ دار ہوتا۔ بڑھیا نے کہا کہ اس کی عزت نفس اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرے اور مزید یہ بھی کہہ دیا کہ اگر عمر فرداً فرداً ہر شخص کا حال معلوم کرنے پر قادر نہ تھا تو اس نے کس بل بوتے پر علیم خبیر اللہ کے نام پر مخلوق خدا سے بیعت لی تھی۔ خلیفہ ثانی ساری عمر بڑھیا کے جواب کو یاد کرتے اور روتے اور بار بار کہتے کہ دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی اگر بھوکا رہ گیا تو عمرؓ روز حشر دھر لیا جائے گا۔ یہی وہ تصور ذمہ داری تھا جس کی وجہ سے موت سے تھوڑی دیر قبل عمر بھر کا تمام حاصل کردہ وظیفہ بیت المال میں اپنی جائداد فروخت کر کے جمع کرا دیا اور جب سیدنا علی کرم اللہ نے کہا کہ ابن الخطاب اپنے جانشینوں کے لئے کتنی مشکل پیدا کر رہے ہو تو فرمایا کہ اگر یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی عمرؓ برابر برابر چھوٹ جائے تو خود کو کامیاب سمجھے گا۔

نعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

برستی ہے جہاں رحمت خُدا کی — وہ بستی ہے حبیبِؐ کبریا کی
دیارِ رحمۃٌ للعٰلمیں ہے — پتہ دیتی ہے یہ خوشبُو ہوا کی
لطافت اور خوشبو کا تھا پیکر — دیارِ مُصطفٰےؐ میں جسمِ حنا کی
حرم تھا صدرِ انوارِ یزداں — سیاہی دُھل گئی ہے ماسوا کی
فروزاں تھا چراغِ دردمندی — نمازِ عشق اشکوں سے ادا کی
حرم کی سرزمیں ہے اور میں ہوں — ہوئی مقبُول باری جو دعا کی
کرم ہر ایک پر سرکارؐ کا تھا — عجب پُرکیف تھی ساعت عطا کی
وہ محبوبِ خدا کا آستاں ہے — جہاں ہے انتہا جود و سخا کی
یہی ہر چشمِ تر کی آرزو ہے — یہی سینوں میں دھڑکن ہے وفا کی
یہی رستہ ہے فردوس بریں کا — بیاں ہو شان کیسے اس فضا کی
اسی کے نُور سے قائم ہے اب تک — زمین و آسماں کی تابنا کی

ہے مدّاحِ رسولِؐ پاک حافظ
اسے کیوں فکر ہو روزِ جزا کی

حافظ لدھیانوی

فاتح دورِ جدید اور ملّتِ اسلامی کی نشاۃ ثانیہ کے نقطۂ آغاز

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ظہور تاریخ ہند کے اس دور میں ہوا جب ہندوستان میں بسنے والی امت مسلمہ کا دینی و اخلاقی "زوال" بھی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور برصغیر میں مسلمانوں کے چھ صد سالہ اقتدار کا قصر بھی بوسیدہ اور مضمحل ہو چکا تھا اور یہ عظیم الشان اور فلک بوس عمارت منہدم ہوا چاہتی تھی۔

عظیم اکثریت فسق و فجور اور لہو و لعب میں بدمست ہونے کے علاوہ باہمی افتراق و انتشار اور جنگ و جدال کا شکار بھی تھی۔ دوسری طرف علماء کی اکثریت نہ صرف یہ کہ دنیا پرستی کی لعنت میں گرفتار تھی بلکہ انہوں نے دین و مذہب کو جذبہ و روح سے عاری و تہی محض ایک خشک قانونی ذہنی

تصوف اسلامی کے چشمہ صافی کو گدلا کر دیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ ان حالات میں عوام الناس کا تو کہنا ہی کیا۔ وہ بقول حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ؎

وَھَل اَفسَدَ الدِّینَ اِلَّا المُلُوکُ
وَ اَحبَارُ سُوءٍ وَرُھبَانُھَا

اور بقول شاعر مشرق "اے کشتۂ سلطانی و ملّائی و پیری" ان تینوں طبقات کی برائیوں

حضرت شاہ ولی اللہ نے اس دورِ پُرفتن میں اعلائے کلمۃ الحق کا پرچم بلند کیا جب سیاسی طوائف الملوکی، دنیا پرستی اور شریعتِ اسلامیہ سے بیزاری مسلمانوں میں عام ہو رہی تھی۔

چنانچہ ایک طرف سلطنت مغلیہ کے زوال اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد سیاسی طور پر طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور امراء و سلاطین کی

نظام کی حیثیت دے دی تھی۔ تیسری طرف صوفیا کے طبقے میں شریعت اسلامی سے آزادی ہی نہیں بیزاری کا رجحان غالب تھا اور انہوں نے ہندی یونانی نظریات کی آمیزش سے

کے جامع بن گئے تھے۔
امت کا یہ زوال و اضمحلال فطری طور پر اغیار و اعداء کے مذموم ارادوں کی تقویت کا موجب بن رہا تھا۔ چنانچہ پایۂ

تخت کے قرب و جوار میں روز افزوں جاٹوں کی یورش کے علاوہ برصغیر میں بیک وقت تین مختلف سمتوں سے قلب مملکت کی جانب یلغار کے لئے پر تول رہے تھے۔ یعنی ایک مشرق سے انگریزی استعمار کا عفریت جس نے ابتداً تو تجارت کا لبادا اوڑھا تھا لیکن ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی کے بعد سے ایک عسکری قوت کی حیثیت سے کم ازکم بنگال میں قدم جمائے تھے۔ دوسرا شمال سے یعنی سکھوں کی یورش جس نے ابتداً مذہبی اصلاح کے پردے میں قدم جمائے تھے۔ لیکن اب دفعتہ عسکری صورت اختیار کرلی تھی اور تیسرے جنوب سے مرہٹوں کی یورش کا عظیم فتنہ جو ابتدا ہی سے بالکل عریاں تھا اور جس کی قیادت ابتدا ہی سے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی اور جو مسلمانوں سے چھ صد سالہ غلامی کا بدلہ لینے کے عزائم بد کے ساتھ دوسرے دونوں فتنوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیزی و تندی کے ساتھ تاخت و تاراج کرتا ہوا قلبِ مملکت تک پہنچ چکا تھا۔

واضح رہے کہ سیواجی کا تعلق بھی اودے پور کے رانا خاندان سے بتایا جاتا ہے اور اس کے بعد تو مرہٹہ تحریک کی قیادت براہ راست کوکنی پنڈتوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں ۱۷۰۳ء میں دہلی کے ایک روشن ضمیر اور "خود آگاہ و خدا مست" انسان شاہ عبدالرحیم کے گھر میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے آنکھ کھولی۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات سات سال کی عمر میں جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرلی۔

بعد ازاں حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے اور وہاں کے علمی و روحانی سلسلوں سے بھی فیض حاصل کیا اور تیس سال سے بھی کم عمر میں اپنے عظیم الشان اصلاحی و تجدیدی کام کا آغاز کر دیا۔

مجددین اسلام کی فہرست میں امام الہند کا نام نامی بلاشبہ بہت بلند مقام پر ہے اور یہ کہنا غلط نہیں کہ وہ دور جدید کے فاتح اور ملت اسلامی کی نشاۃ ثانیہ کے نقطۂ آغاز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاہ صاحب کی تجدیدی مساعی میں اوّلین اہمیت علمی و فکری اصلاح اور طریق تعلیم و تعلم کی تطہیر اور تنظیم نو کو حاصل ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں اسلام ابتدا ہی سے ایک خالص قانونی و فقہی نظام کی حیثیت سے آیا اور اس کا تعلق اپنے اصل سرچشموں یعنی قرآن اور حدیث سے محض بالواسطہ رہا نتیجۃً حکمت دین کا ظہور کما حقہٗ نہ ہو سکا لہٰذا شاہ صاحب نے اوّلین کوشش یہی کی کہ مسلمانوں کا تعلق علم و حکمت دینی کے ان اصل خزانوں سے بلا واسطہ قائم ہو جائے۔

چنانچہ ایک طرف انہوں نے بنفس نفیس قرآن حکیم کا ایک نہایت عمدہ ترجمہ سلیس فارسی میں کیا اور ان کے جلیل القدر صاحبزادگان میں سے دو نے قرآن مجید کے اردو ترجمے لکھے یعنی شاہ رفیع الدین صاحب نے لفظی اور شاہ عبدالقادر صاحب نے بامحاورہ اور کون نہیں جانتا کہ قرآن مجید کے تمام اردو تراجم کا سلسلہ نسب بالآخر انہی دو ترجموں سے جا ملتا ہے دوسری طرف شاہ صاحب نے ایک مختصر لیکن نہایت دقیع رسالہ "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کے نام سے رقم فرمایا جس نے فہم قرآن کی راہیں کھولیں اور قرآنِ حکیم پر غور و فکر کے صحیح طریق کی نشاندہی کی۔

مزید برآں شاہ صاحب نے حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تدریس پر زور دیا اور خود نہ صرف یہ کہ موطا امام مالکؒ کی دو شرحیں قلم بند کیں یعنی ایک مسوّیٰ بزبان عربی اور دوسری مصفّیٰ بزبان فارسی بلکہ ایک عظیم تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کے ذریعے احادیث نبوی کی ایک بڑی تعداد کی علمی قدر و قیمت کو اجاگر کیا اور اس حکمت تشریع کی نشاندہی کی جو شریعت اسلامی کی پشت پر کار فرما ہے۔

شاہ صاحب کی یہ عظیم تصنیف ان کے اجتماعیاتِ انسانی کے مسائل دقیقہ کے گہرے فہم پر دلالت کرتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اسے جدید عمرانیات کیلئے "امّ الکتاب" قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب آج سے دو اڑھائی سو سال قبل ان مشکل مسائل اور پیچیدہ معاملات کا کتنا صحیح فہم و شعور رکھتے تھے جو تمدن و عمرانیات کے میدان میں آج کے انسان کو درپیش ہیں تاریخ اسلامی کے صدر اوّل اور نظام خلافت کے متعلق جو غلط فہمیاں

(باقی ۱۵ پر)

مسلمانوں کی اخوتِ باہمی اور برادری کی اساس

عقیدہ توحید

اصلاح و تبلیغ کے لئے مخلص مشیر اور اولوالعزم ساتھی ضروری ہیں!

*

(جامعہ ازہر قاہرہ کے شیخ الدکتور عبدالرحمٰن بیصار نے اپنے گزشتہ دورۂ پاکستان کے موقعہ پر فیصل مسجد اسلام آباد میں عقیدۂ توحید اور مسلم برادری کے اتحاد کے موضوع پر ایک بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ عبدالرشید انصاری۔)

تمام تر تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے جو علیم و خبیر ہے جس نے مسلمانوں کو عزت بخشی اور مسلمانوں کو مدد اور نصرت سے ہمکنار کیا۔ ہم اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اللہ رب العزت ہی سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہی ہمارے تمام معاملات کا بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد حاصل ہو تو ہمیں مدد مل سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی کے دین پر ہم فخر کرتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور قرآن دیکر بھیجا تاکہ دوسرے جتنے تمام ادیان ہیں ان پر دین حق کو غالب کر دے۔ اور یہ غلبہ چاہے اہل کفر کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ ہم یہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بندہ اور اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند فرمایا۔ اس نے آپ کو اپنا دوست اور خلیل قرار دیا اور رسول اللہ کی ذات پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں برکتیں اور درود و سلام ہو۔ اور تمام صحابہ پر بھی جنہوں نے آپ کی مدد کی، آپ کی تائید کی اور بھلائی اور احسان کے ساتھ آپ کا اتباع کیا۔ ہم پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی پیغام اور اپنی آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہر دور میں انسانوں کی مدد فرمائی یہ وہ آسمانی کتابیں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں پیغام حق اور پیغام رسالت ہر دور میں فراہم کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کے بہت سے واقعات موجود ہیں جس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انسانیت کے لئے کس طرح کی تعلیمات کتنے بلند و بالا اخلاق کتنے آداب اور کتنے نظام ہائے قانون اور شریعت انسانوں کو دیئے ان پیغمبروں میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس بھیجا اور ان کا فریضہ یہ قرار دیا کہ وہ توحید کا پیغام فرعون اور اس کے ماننے والوں کو پہنچا دیں۔ لیکن یہ کوئی آسان پیغام اور کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس مشکل کو دور کرنے کے لئے یہ قوی بات

تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ ان کے اس کام کو آسان فرما دے۔ اور ان کی رہنمائی اور مدد فرما۔ اس کام کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دُعا کی وہ مشہور و معروف دعا تھی کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کہ "رب اشرح لی صدری" یعنی اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے "ویسر لی امری" یعنی میرے کام کو آسان کر دے میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھنے لگیں اور میرے خاندان میں سے میرے مددگار اور وزیر متعین فرما۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر نے اس اطمینان قلبی کو حاصل کرنے کے لئے کی تھی جس سے کام لیکر وہ مخالفین کے مقابلے میں مستقیم اور ثابت قدم رہ سکیں اس دعا سے اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر کے قدم مضبوط ہوئے۔ اور وہ کامیابی سے اپنے مشن کو اس کے نتائج تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ دُعا تمام انبیاء کا دستور العمل ہے۔ یہ دستور العمل ہے ہر اس علمبردار دعوت کا جو اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کا طالب ہے۔ اس دعا میں کامیابی کے چار عناصر بیان کئے گئے ہیں سب سے پہلا عنصر شرح صدر دوسرا عنصر تسہیل امر [illegible] کام کو آسان کرنا۔ تیسرا عنصر دلالت فی القول یعنی گفتگو میں وضاحت پیدا کرنا چوتھا عنصر مخلص مددگاروں کی فراہمی۔ یہ نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے۔ بلکہ ہر اس اسلامی دعوت

کے بنیادی اُصول ہیں جن کو پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں جاری و ساری کرنا ہے۔ سب سے پہلا اُصول شرح صدر۔ شرح صدر سے مراد ہے کہ ایمان پر کلی اطمینان ہو۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی صداقت پر یقین ہو۔ یقین اس درجے کا ہو کہ جس سے دل خیر کا مرکز بن جائے۔ اور ہر شر اور ہر قسم کی بُرائی سے پاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی قوت و جبروت سے دل لبریز ہو جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر مضبوطی سے قائم ہو جائے اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو۔ کینہ پروری ختم ہو اور ہر شخص اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ ہو۔ حکمت اسلامی مسلمانوں میں جاری و ساری ہو۔ مسلمانوں میں رحمت، قوت، طاقت دشمنوں کے مقابلہ میں حاصل ہو۔ اور آپس میں رحمت حاصل ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور مسلمانوں میں آپس میں رحمدل ہیں ان میں اتحاد ایسا ہونا چاہیے کہ گویا وہ حدیث کے الفاظ میں ایک ہی بدن کے اعضاء ہوں یا ایک ہی عمارت کے مختلف اجزا ہوں۔ [illegible] قرآن مجید کے الفاظ میں خیر بھلائی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے والے ہوں۔ دوسرا اُصول ہے تسہیل فی الامر یعنی کام کو آسان کر دینا۔ بعض اوقات یہ ہدف اور مقصد بہت بڑا ہوتا ہے۔ اخلاص کی بھی کمی نہیں ہوتی لیکن راستے میں جو مشکلات ہوتی ہیں ان کا شروع

میں اندازہ نہیں ہوتا۔ اور بہت سی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اسلام کا کام آسانی سے تکمیل تک نہیں پہنچ پاتا۔ وہاں ایک دوسرا اُصول کام آتا ہے اللہ تعالیٰ ہی سے اس کام میں کامیابی کی دُعا کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی وہ اسباب پیدا فرماتا ہے جن سے کامیابی کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کا واضح ارشاد ہے جو اللہ کے دین کی مدد کریگا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے نیت صاف ہو اور کاموں میں اخلاص ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور آسانی میسر ہو۔ تسہیل الامر یعنی کام میں آسانی پیدا کرنے کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مسلمانوں کے لئے جملہ قسم کی فوری تیاری جس کا کہ قرآن مجید میں بھی ذکر ہے کہ اپنے دشمن کے لئے تیار رکھو وہ سب کچھ ساز و سامان جو تمہارے بس میں ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص معاشرتی تعمیر نو کرنا چاہتا ہے تو اس کو مختلف قسم کی مشکلات ہوں گی جو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد کی طالب ہوں گی۔ اس طرح کہ اگر کوئی شخص زراعت، صنعت تجارت اور اسی طرح کے کسی کام میں اصلاح اور تعمیر نو کا کام کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے اسباب کی فراہمی صرف اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ تیسرا عنصر ہے گفتگو میں دلالت۔ یہ بھی ایک بہت ذمہ داری اور اہمیت کا کام ہے۔ یعنی دلیل کی زبان میں بات کرنا۔ اپنا پیغام اور اپنے مشن میں واضح ہونا۔ پروگرام کا صاف ہونا۔ گفتگو میں صفائی اور وضاحت کا پیدا ہونا [illegible]

وہ واضح اور کلیر ہوں۔ جو پروگرام بنایا جائے اس میں [illegible] ہر گز مشورہ کیا جائے اور اپنے دوستوں سے مشورہ کیا جائے۔ تو اس میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں کلمۂ طیبہ کہا گیا ہے۔ اور اس کو کلمۂ خبیثہ یعنی ناپاک کلمے کے مقابلے میں [illegible] فرمایا گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو کلمۂ طیبہ پر قائم کر دیا اور مطمئن کر دیا یہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ چوتھا اُصول مددگار یعنی مشیر اور مخلص ساتھیوں کی فراہمی کوئی بھی دعوت و اصلاح کا کام لے لیجئے اس میں جب تک مخلص مددگار اور مخلص مشیر اور ساتھی نہ ہوں تو اس میں پورے طور پر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھئے آپؐ کے اخلاق اور آپؐ کے مشن کی صداقت میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہو سکتی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مخلص مددگار اور ساتھی فراہم کئے ان کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے مخلص صحابہ کی ہے جنہوں نے جنگ میں امن میں اور بھلائی میں ہر کڑے وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور ساتھ دینے کا حق ادا کر دیا۔ لہٰذا مخلص ساتھیوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ساتھی مخلص نہ ہوں تو وہ [illegible] اور [illegible]

اگر وہ مخلص ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک کام کے اجر میں ہمیشہ شریک کرے گا۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چاروں اُصولوں کے مطابق کامیابی عطا فرما۔ اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے [illegible] ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہاں حفاظت کرنے سے صرف کتابوں میں لکھا جانا مراد نہیں بلکہ مسلمانوں کے دلوں پر نقش کر دینا مراد ہے۔ معاشرے میں عملاً جاری کر دینا مراد ہے۔ مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں پر قرآن کی آیات لکھی ہوئی ہوں۔ اور معاشرہ اس کا چلتا پھرتا نمونہ ہو۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ

[illegible] کہ جن میں یہ صفات پیدا ہو جائیں تو واقعی وہ ایمان کا مزہ چکھ لیتا ہے پہلی صفت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی اور اپنے برادر کے لئے وہی چیزیں پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ اس کو اسلام سے پھر جانے سے اتنی ہی نفرت ہو جو اس کو فی الواقع آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔

دوسرا خطبہ: برادران اسلام [illegible] اسلام ہی کی برادری کے ایک رشتہ [illegible] ہماری کتاب ایک ہے۔ جو قرآن مجید ہے۔ ہمارا طریق زندگی بھی ایک ہے جو سنت نبویؐ ہے۔ ہمارا [illegible] حیات [illegible] ہے۔ جو اسلام [illegible]

ہے یہ ایک ایسا مضبوط راستہ ہے جو راستہ نسب اور راستہ زبان اور ہر قسم کے راستوں سے زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل حضرت نوح علیہ السلام کا وہ ارشاد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا جب ان کی قوم طوفان میں غرق ہو رہی تھی اور انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا بھی غرق ہو رہا ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے میرے پروردگار! میرا بیٹا بھی میرے اہل خاندان میں سے ہے اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے اہل خاندان کو اس عذاب سے بچایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ یہ تمہارے خاندان کا نہیں ہے یہ ایک بدفطرت کام ہے۔ یہ غلط ہے اور غلط کام کرنیوالا نبی کے اہل خاندان میں نہیں ہو سکتا۔ اس سے

صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی برادری کی اساس نہ نسب پر ہے نہ خون پر ہے بلکہ عقیدہ توحید پر ہے۔ اور اس آیت کریمہ پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔ اور خدا کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک یہ آپ کو اپنے ہر مرحلے میں حکم نہ ٹھہرائیں اور پھر آپ کی طرف سے فیصلے کو پورے صدق دل کے ساتھ اور ٹھنڈے دل کے ساتھ [illegible] کرلیں اور اس فیصلے کے خلاف کسی قسم کی کوئی ناگواری ان کے دل کے اندر نہ [illegible] یا اللہ ہمارے قائدین اور ہماری [illegible] علماء کو ان تمام چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا

بچوں کی محفل میں

پیارے نبی کی پیاری باتیں

ابوطیب انصاری

"اے اللہ ہمیں اپنا فرمانبردار بنا۔ اور ہماری اولاد میں اپنی فرمانبردار امت پیدا کر۔ اے ہمارے رب۔ ان کے درمیان میں سے ایک رسول بھیجنا۔ جو انھیں تیرے احکام سنائے۔ اور انھیں تیری کتاب اور حکمت کی باتیں پڑھائے اور انھیں برائیوں سے پاک کر دے۔" یہ تھی دعا ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی۔

حضورؐ کا خاندان

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی دعا پوری کی اور ہمارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے مشہور خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے تھا۔

پیدائش

ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ تھی، اور صبح صادق کا وقت تھا کہ آپؐ عرب کے مشہور شہر مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ عیسوی سال ۵۷۱ء تھا اور اپریل کی ۲۰ تاریخ تھی۔

آپؐ کے والدِ ماجد کا نام عبداللہؓ تھا۔ وہ آپؐ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام آمنہؓ تھا۔ انھوں نے آپؐ کا نام احمدؐ تجویز کیا۔ آپؐ کے دادا مکہ کے سردار عبدالمطلب تھے۔ انھوں نے اپنے پوتے کا نام محمدؐ رکھا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضورؐ کا بچپن

ملک عرب میں رواج تھا کہ اچھے گھرانوں کے لوگ ننھے بچوں کو شہر سے باہر بھیج دیتے تھے تاکہ گاؤں میں ان کی پرورش اچھی ہو۔ حضورؐ کو حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کیا گیا۔ تقریباً چھ سال آپؐ اُن کے گھر رہے۔

واپسی کے بعد والدہ ماجدہ کے زیرِ سایہ چند دن ہی رہے تھے کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

والدہ کے انتقال کے بعد آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش کی۔ حضورؐ کی عمر آٹھ برس کی تھی کہ وہ بھی اس دنیا سے چل بسے۔ مرتے وقت وہ اپنے پیارے پوتے کو اِس کے چچا ابو طالب کے سپرد کر گئے۔

شہر میں عزت

حضورؐ کا بچپن بہت پاکیزہ گذرا۔ آپؐ کو کھیل کود سے نفرت تھی۔ کبھی بُرے کاموں میں شریک نہ ہوتے۔ کام کاج میں چچا کا ہاتھ بٹاتے۔

ذرا بڑے ہوئے تو چھوٹی موٹی تجارت شروع کر دی۔ آپؐ کا لین دین ایسا کھرا تھا کہ شہر بھر میں "الصّادق" اور "الامین" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ اس عمر میں ہی آپؐ نے لوگوں کے بہت سے جھگڑے چکائے اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

نکاح

حضورؐ کی صداقت اور دیانت کی شہرت جب حضرت خدیجہؓ نے سُنی تو اپنا تجارتی مال آپؐ کے سپرد کیا۔ وہ شہر کی بہت بڑی امیر خاتون تھیں۔ آپؐ نے اس طرح کاروبار کیا کہ وہ بہت خوش ہوئیں اور شادی کا پیغام بھیجا۔

آپؐ کے چچا ابو طالب کے مشورہ سے آپؐ کا نکاح حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے ہو گیا۔ شادی کے بعد قدرتی طور پر آپؐ بہت بڑی دولت کے مالک ہو گئے۔ لیکن یہ ساری دولت غریبوں پر خرچ ہوئی اور ضرورت مندوں کے کام آئی۔

نبوّت

اب آپؐ اللہ کی یاد میں زیادہ مصروف رہنے لگے۔ اکثر مکّہ مکرمہ کے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن وہاں رہتے۔

حضورؐ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو غارِ حرا میں آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آکر آپؐ کو اللہ کا پیغام سُنایا۔

جب آپؐ گھر آئے تو آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ فوراً آپؐ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایک چچا زاد بھائی تھے، وہ انجیل کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے جب وحی کا واقعہ سنا تو آپؐ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ مردوں میں جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان کی دولت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کیا۔

مخالفت

رسول خدا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سب سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی۔ پھر کھلّم کھلا شہر والوں میں تبلیغ شروع کی۔ انھیں نیکی اور حق کی طرف بلایا۔ اللہ کے کچھ نیک بندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ دیکھ کر مکّہ کے کافر دشمن ہو گئے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو بہت دُکھ پہنچائے۔ ایک دن آپؐ طائف شہر تشریف لے گئے تاکہ وہاں اللہ کے دین کو پھیلائیں۔ وہاں بھی اللہ کے دشمنوں نے مخالفت کی۔ شریر بچوں کو حضورؐ کے پیچھے لگا دیا۔ اور بہت ستایا۔

مکّہ والوں نے مسلمانوں پر اس قدر ظلم کیے کہ وہ مکّہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ آخر کار وہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ لیکن ان ظالموں نے وہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔

اللہ کے چند نیک بندوں کے ذریعے مدینہ منورہ میں اسلام پہونچ گیا۔ ان لوگوں نے مکّہ والوں کے ظلم و ستم کے حالات سنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے شہر آنے کی دعوت دی اس کے ساتھ ہر طرح کی امداد اور حفاظت کا بھی یقین دلایا۔ مسلمان کافروں کے ہاتھوں تنگ آگئے، انھوں نے اپنا گھر بار چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور چوری چھپے مدینہ منوّرہ ہجرت کرنے لگے۔ مدینہ کے مسلمانوں نے ان کی بڑی عزت کی اور محبت سے پیش آئے۔

ہجرت

جب تقریباً سب مسلمان مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ ہجرت کر گئے تو نبوت کے تیرھویں سال میں حضورؐ نے بھی ہجرت فرمائی۔ اور پھر ساری عمر مدینہ طیبہ ہی میں بسر فرمائی۔

تجلیاتِ مجددؒ الفِ ثانیؒ
مکتوباتؒ کے آئینے میں

ترجمہ: مولانا نسیم احمد فریدی امروہی ——— مرسلہ: مولانا ظفر احمد قادری [illegible] لاہور

مکتوب نمبر ۲۷۳، خواجہ حسام الدینؒ دہلوی کے نام
در بیان مولود خوانی

...... التفات نامہ جو از راہ کرم اس حقیر کو بھیجا تھا، پاکر خوش ہوا۔ جزاکم اللہ خیراً۔ اس گرامی نامہ میں لکھا ہوا تھا کہ اگر سماع کے روکنے کے اندر اتنا مبالغہ ہو کہ مولود سے منع کرنا بھی اس ضمن میں شامل ہو جائے ۔۔ حالانکہ مولود میں قصائدِ نعتیہ اور کچھ اشعار کا پڑھنا ہوتا ہے تو اس صورت میں میر محمد نعمان اور یہاں کے (خانقاہ خواجہ باقی باللہؒ) احباب کے لیے جنہوں نے خوابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا کہ مجلس مولود سے بہت راضی ہیں ——— مولود کا ترک کرنا بہت مشکل ہے ——— مخدوما! اگر خوابوں پر ہی اعتماد کر لیا جاتے تو مریدوں کو پیروں کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اور صوفیاً کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کو لازم پکڑنا ایک بے فائدہ عمل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ہر مرید اپنی خوابوں کے موافق عمل کر لیا کریگا۔ اُنہی خوابوں کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا۔ چاہے وہ خوابیں طریقۂ پیر کے موافق ہوں یا نہ ہوں اور مرشد کی پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں۔ ایسی صورت میں سلسلۂ پیری مریدی درہم برہم اور ہر ابوالہوس اپنے طور وطریق میں مستقل ہو جائے گا۔ مرید صادق ہزار خوابوں کو بھی اپنے پیر کے ہوتے ہوئے آدھے جو کے عوض بھی نہ خریدے گا۔ اور طالب رشید پیر کے ہوتے ہوئے اس قسم کے خوابوں کو خوابہائے پریشاں سمجھے گا ——— شیطان لعین بڑا زبردست دشمن ہے۔ جو لوگ انتہا کمال کو پہونچ گئے ہیں وہ بھی اس کی چال سے مامون و بے فکر نہیں۔ بلکہ اس کی مکاری سے برابر ڈرتے لرزتے رہتے ہیں ——— مبتدیوں اور متوسطوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ——— زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ منتہی غلبۂ شیطان سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں کے اور متوسطوں کے (کہ غلبۂ شیطان سے ان کے مغلوب ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔) ——— پس ان کی خوابیں قابلِ اعتماد نہیں۔ اور شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں ——— (اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے) کہ جس خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھیں وہ تو سچی ہی ہوتی ہے اور مکر و شیطان سے محفوظ ——— اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود فرمایا ہے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ): صاحب فتوحاتِ مکیہ (شیخ ابن عربیؒ) نے شیطان کے عدمِ تمثل و تشکل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُس صورتِ خاص کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں (گنبدِ خضرا) کے اندر مدفون ہے۔ شیخِ اکبر نے شکلِ خاص کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور شکل میں عدمِ تمثل کو تجویز نہیں کرتے۔ (یعنی وہ کہتے ہیں کہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اصل شکل میں تو نہیں آ سکتا۔ البتہ دوسری شکل میں آ کر اصل شکل کا گمان پیدا کر کے دھوکے میں ڈال سکتا ہے)۔ اور یہ بات ظاہر اور قابلِ شک و شبہ ہے کہ خواب میں اس شکلِ خاص کی تمیز بہت مشکل ہے۔ لہٰذا ہر خواب کیسے لائقِ اعتماد ہو گی۔ اچھا اگر عدمِ تمثل کو صورتِ خاصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مخصوص نہ بھی کریں جیسا کہ بہت سے علمار نے مخصوص نہیں کیا اور مناسب رفعتِ شانِ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بھی یہی ہے کہ مخصوص نہ کیا جائے، تو پھر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ اس دیکھی ہوئی صورت سے احکام حاصل کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پسندیدہ اور غیر پسندیدہ باتوں کا معلوم کرنا مشکل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دشمن لعین شیطان مردود درمیان میں آ گیا ہو۔ اور خلافِ واقع کو واقع دکھا رہا ہو اور شبہ میں ڈال کر اپنی عبارت و اشارت کو اس ذاتِ عالی کی عبارت و اشارت بتا رہا ہو۔ (یعنی بموجب حدیث آپ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو واقعی آپؐ ہی کو دیکھا۔ مگر خواب کے کلام اور اشارت کو تعلیماتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق کر کے دیکھا جائے گا۔ اگر وہ اس قانون کے مطابق ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعے سے دنیا میں اشاعت پذیر ہوا تو قابلِ تسلیم ہے ورنہ مخالفِ قانونِ شریعت کی صورت میں وہ قابلِ قبول نہ ہو گا۔ خود حدیث شریف میں بھی رُویت کے حق ہونے کو فرمایا گیا ہے۔ کلام کے بارے میں نہیں فرمایا گیا کہ ایسے خواب کا ہر مسموع کلام حق ہے ...... حالت خواب حواس کے معطل ہونے کی حالت ہے اور التباس و اشتباہ کا محل بھی ہے۔ علاوہ ازیں خواب کے عالم میں انسان تنہا ہوتا ہے پھر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ خواب (ہر حیثیت سے) تصرفِ شیطان سے تلبیسِ ابلیس سے محفوظ ہے ——— یا یوں کہا جاتے کہ چونکہ (مولود میں) قصائدِ نعتیہ پڑھنے اور سُننے والوں کے ذہنوں میں یہ بات پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلّم اس عمل سے راضی ہوں گے جیسا کہ دنیا کے ممدوح اپنے مدح گویوں سے راضی ہوتے ہیں۔ اور یہ بات ان کی قوتِ متخیلہ میں نقش تھی۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ خواب میں انھوں نے اپنی صورتِ متخیلہ کو دیکھا ہو۔ اور اس خواب کی نہ کوئی حقیقت ہو اور نہ وہ (شیطان لعین کا) تمثل ہو ——— (اس کے علاوہ اگر وہ خواب سچی) ہو تو سچی خواب کبھی ظاہر پر محمول ہوتی ہے اور اس کی حقیقت وہی ہوتی ہے جس کو دیکھنے والے نے دیکھا ہو۔ مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مُراد بھی حقیقت زید ہی ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر سے پھیر کر اس کی تعبیر لی جاتی ہے۔ مثلاً صورتِ زید کو خواب میں دیکھا اور اس سے مراد عمر ہو۔ اس علاقہ و مناسبت کی بنار پر جو زید و عمر کے درمیان میں ہے، پس یہ خوابہائے مذکورہ جن کو دوستوں نے دیکھا ہے کہاں سے معلوم ہوا کہ ظاہر پر ہی محمول ہیں اور ظاہر سے پھری ہوئی نہیں ہیں۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان خوابوں کی کوئی دوسری تعبیر ہو اور وہ خوابیں دوسرے امور کی طرف کنایے ہوں۔ اس صورت میں تمثلِ شیطانی کی گنجائش ماننے کی بھی ضرورت نہیں۔ الغرض (محض) خوابوں پر ہی بھروسہ نہ رکھنا چاہیئے۔ خارج میں اشیار موجود ہیں۔ کوشش کی جائے کہ ان اشیار کو بیداری میں دیکھیں۔ کہ یہ صورت شیانِ اعتماد ہے۔ اور اس میں تعبیرات کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ جو خواب و خیال میں دیکھا جائے گا وہ خواب وخیال ہی ہے۔

خانقاہ دہلی کے دوست مدت سے اپنی اس روش پر زندگی گزار رہے ہیں۔ خیر ان کو اختیار ہے مگر میر محمد نعمانؒ کو تعمیل حکم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر وہ میرے منع کرنے کے بعد ایک لمحہ بھی توقف کریں گے تو (اللہ بچائے پناہ میں رکھے) ان کے لیے ضرر کا اندیشہ ہے۔ اگر فرض کرو وہ بھی توقف کریں تو ضرر کسے پہونچے گا؟ فقیر جو اتنے مبالغے کے ساتھ منع کر رہا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اپنے طریقہ کی مخالفت ہے۔ طریقہ کی مخالفت خواہ سماع و رقص کے ساتھ ہو، خواہ مولود شعر خوانی کے ساتھ ہو دونوں برابر ہیں۔ ہر

اصحابِ رسولؐ

قسط (۲)

سید نور الحسن بخاری

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

جن کو بھی دُنیا میں دِین مِلا، ان ہی سے مِلا!

ــــــــ از ہمتِ شاں در چمنِ زیست بہارے ــــــــ

انسانی زندگی کے تین حصے

ایک انسان کی زندگی کے تین حصے ہوتے ہیں،

۱۔ گھر سے باہر کی زندگی
۲۔ گھر کی زندگی
۳۔ حویلی کی زندگی

۱۔ باہر کی زندگی

انسان کی زندگی کا اکثر حصہ گھر سے باہر گذرتا ہے عام انسان کی ۲۴ گھنٹے کی زندگی میں سے قریباً $\frac{12}{14}$ گھنٹے یعنی شب و روز کا نصف حصہ بلکہ نصف سے زیادہ بیرونِ خانہ گذرتا ہے۔ اس حصے میں انسان سے جو لوگ ملتے جلتے ہیں وہ اس کے عموماً احباب دوست ہوتے ہیں۔ گویا انسان اپنی زندگی کا نصف سے بھی زیادہ حصہ اپنے دوستوں میں گذارتا ہے اور انسان کی باہر کی زندگی کے حالات و کردار سے اس کے یار دوست ہی واقف و آگاہ ہوتے ہیں یاد رہے کہ عربی زبان میں ان یار دوستوں کو اصحاب کہتے ہیں۔

۲۔ گھر کی زندگی

انسان اپنی زندگی کا ایک حصہ رات کی تنہائی میں اپنے اہل و عیال، بیوی بچوں کے ساتھ گذارتا ہے۔ رات کا یہ اکثر حصہ قریباً آٹھ نو گھنٹے ہوتا ہے۔ گویا شب و روز کی چوبیس گھنٹوں کی زندگی کا پورا تنہائی حصہ، بلکہ تنہائی سے بھی کچھ زیادہ! رات کی تنہائی کے ان آٹھ نو گھنٹوں میں انسان کے ساتھ اس کی شریکِ زندگی، رفیقۂ حیات ہوتی ہے۔ جسے ہماری زبان میں بیوی یا گھر والی کہا جاتا ہے۔ اور جہاں میاں بیوی رات کے تنہائی کے لمحات گذارتے ہیں اُسے گھر، مکان وغیرہ کہتے ہیں اور عربی میں اسے بیت (۱۔ "بیت کے مشہور معنیٰ تو گھر ہیں۔ مگر اصل میں بیت اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان رات میں آکر بسیرا لے"۔ لغات القرآن جلد دوم ص۵۴) ۲۔ لغتِ قرآن کے مشہور امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ اصل البیت مأوی الانسان باللیل لانہ یقال بات۔ اقام باللیل (مفردات القرآن، باب الباء فصل الباء) بیت کے اصل معنیٰ انسان کے رات کے ٹھکانے کے ہیں کیونکہ بَاتَ کہا جاتا ہے جب انسان رات کو قیام کرے۔

۳۔ المنجد میں ہے:-

بَاتَ بیتاً و بیاتاً فی المکان کسی جگہ شب باش کرنا، رات گذارنا۔ بَاتَ یَبِیتُ بیتًا الرجل نکاح کرنا بیت الرجل آدمی کے اہل و عیال۔ (المنجد لفظ بیت)

امام راغب اصفہانیؒ نے قرآن سے کئی مثالیں دی ہیں۔ مثلاً سورۂ نساء میں بَیَّتَ یُبَیِّتُوْنَ سورہ اعراف میں بَیَاتًا وغیرہ، ان سب الفاظ کے معنی رات سے متعلق ہیں۔

لغتِ عرب اور لغتِ قرآن کے ان ائمہ کی تحقیق اور خود قرآن اور حدیث سے بھی یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ بیت کے اصل معنیٰ تو رات سے متعلق ہیں۔

۱۔ پھر چونکہ انسان رات گھر میں گذارتا ہے اس لئے بیت کا معنیٰ

(باقی ۲۶ پر)

طریقے میں ایک مطلب خاص تک پہونچنا ہوتا ہے، ہمارے اس طریقے میں مطلب خاص تک پہنچنا ان مذکورہ امور کے چھوڑنے پر موقوف ہے۔ جس کسی کو اس ہمارے طریقے کی طلب مقصود ہو اس کو چاہیئے کہ اس طریقے کی مخالفت سے اجتناب کرے ـــ بستی فیروز آباد دہلی جو ہم فقراء کا ملجا اور ماوٰی ہے اور ہمارے پیر مرشد کا مرکز ہے اس میں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقراء کے لیے یہ عمل باعث تشویش و اضطراب ہے ـــ مخدوم زادگان (خواجہ عبید اللہؒ و خواجہ عبداللہؒ) اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے کے زیادہ ذمّہ دار ہیں ـــ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار کے طریقوں میں تغیّر آ جانے کے بعد ان کے اصل طریقوں کی مخالفت کی اور تغیّر و تبدّل کرنے والوں سے مجادلہ کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی اس کو سنا ہو گا۔ آپ نے ہمارے حضرۃ خواجہؒ کے مشرب کے بارے میں بھی کچھ لکھا تھا ـــ ہاں شروع شروع میں انھوں نے بعض امور میں مشربِ ملامتیہ کی رعایت کر کے سہل پسندی سے کام لیا ہے اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض معاملات میں ترکِ عزیمت (ترکِ اولیٰ) کو اختیار کیا ہے۔ لیکن آخر میں ان باتوں سے اجتناب کرتے تھے۔ اور ملامت و ملامتیہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا

از روئے انصاف فرمایئے، اگر بالفرض خواجہؒ (باقی باللہ) اس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجلس (مولود خوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے۔ فقیر کو یقین ہے کہ وہ اس امر کو ہرگز جائز نہ رکھتے۔ بلکہ وہ اس سے منع فرماتے مقصود فقیر کا اطلاع کرنا ہے۔ میری بات کو قبول کیجئے یا نہ کیجئے ـــ اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو گا ـــ والسلام اوّلاً و آخراً۔

بقیہ: صحابہ کرامؓ

گھر ہوئے۔

۲۔ پھر بیت میں چونکہ انسان کے اہل و عیال ہی شب و روز رہتے ہیں۔ بیت کے معنیٰ خود اہل و عیال بھی ہو گئے۔ (قاموس۔ المنجد)

بہرحال بیت کے معنیٰ وہ گھر اور مکان جہاں میاں بیوی خلوت میں رات گذاریں۔ اس لئے اہل بیت کے معنی بیوی کے ہیں (کہتے ہیں۔ اور بیوی جو بیت کی خلوت میں انسان کی شریکِ حیات ہوتی ہے، عربی میں اسے اہل بیت کہتے ہیں۔

۱۔ قرآن۔ خود قرآن کریم میں دو مقامات پر سورۂ ہود اور سورۂ احزاب میں اہل بیت کا لفظ بیوی کے متعلق آیا ہے۔ سورہ احزاب میں تو خود حضرات ازواجِ مطہرات کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

۲۔ حدیث۔ پھر نبی کریم علیہ السلام نے اہل بیت صراحت سے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کو فرمایا ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ)

۳۔ لغت۔ باقی رہی لغت، تو لغت میں اہل بیت تو اہل بیت بلکہ جدا جدا ایک ایک لفظ اہل کے معنیٰ بھی بیوی ہیں اور بیت کے معنیٰ بھی بیوی۔ (ملاحظہ ہو قاموس ربع ثالث ص ۱۷۹ و لفظ بیت، و المنجد ص۶۸ و لفظ بیت و مفردات امام راغب اصفہانیؒ باب الالف فصل الہاء و باب الباء فصل الیاء)

حادثہ جانکاہ

۲۲ اکتوبر بروز جمعرات محترم امیرالدین صاحب (کاسمو شوز انارکلی) کے چھوٹے صاحبزادے ذوالفقار امیر ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم حافظ قرآن اور نیک سیرت نوجوان تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ خدام الدین اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

(ادارہ)

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵
خدام الدین
رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴
منظور شدہ محکمہ تعلیم
قرآن پاک
پڑھئے — عمل کیجئے
— اور دارین میں کامیابی حاصل کیجئے
بہترین طباعت سے آراستہ • عمدہ کاغذ • شاندار جلد
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا
مترجم و محشیٰ
قرآن عزیز
خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے
قسم اعلیٰ ۲۰/۰۰ روپے قسم اوّل ۸۲/۰ روپے قسم دوم ۵/۰۰ روپے قسم سوم ۵/۰۰ روپے
ناشر
انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور